کا مکان دریافت کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ مسلمانوں کا ایک محلہ تو سامنے کھیتوں میں ہے اور ایک پورا محلہ گردوارے کے عقب میں آباد ہے۔ میں گردوارے کے عقب میں پہنچا تو وہاں مسلمانوں کے چند بچے کھیل میں مشغول تھے۔ میں نے ان سے مولانا صاحب کا پتہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جس مکان میں کہ آپ ابھی پوچھ کر آ رہے ہیں وہی ان کا مکان ہے۔

میں دوبارہ گردوارے کی طرف گیا اور مکئی کے کھیتوں میں واقع مکان کی طرف بڑھا۔ صحن میں ایک نوجوان غسل کر رہا تھا، میں نے اس سے مولانا کا معلوم کیا تو اس نے ایک بچے کو آواز دی اور وہ مولانا صاحب کو بلا لایا۔ مولانا صاحب مجھے اپنے صحن میں دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئے، پھر زور سے پکارے "اچھا! تو میری محبت آپ کو یہاں تک کھینچ لائی"۔ موصوف بڑے تپاک سے ملے اور میرے منع کرنے کے باوجود میرے لیے ناشتہ تیار کروانے لگے۔ تھوڑی دیر میں آپ خود ہی ناشتہ لے آئے۔ ناشتے میں پورا اٹھے ہوئے پرت دار پراٹھے، میٹھی لسی، کٹلٹ اور فرائی انڈے تھے۔ میں نے ناشتہ کیا تو اتنے میں مولانا نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور مجھے جون پور کے تاریخی مقامات دکھانے نکلے۔

مولانا ابوالعرفان ندوی صاحب، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاد ہیں اور انھیں وہاں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ میری ان سے پہلی ملاقات سری نگر میں ہوئی تھی، جہاں موصوف مدرسہ مدینۃ العلوم حضرت بل کے پرنسپل تھے۔ موصوف جون پور کے قاضیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ مسکرانے لگتے ہیں۔ انھیں جون پور پرست سمجھا جاتا ہے۔ "جون پور کا شاندار ماضی" کے عنوان سے ان کا ایک فاضلانہ مضمون ندرِ مقبول میں طبع ہو چکا ہے۔ مولانا شعر و ادب کے دلدادہ ہیں اور انھیں عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار یاد ہیں۔

میں نے اننت ناگ، کوکرناگ، اچھابل، پہل گام، ٹنگمرگ اور گلمرگ — مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور ان کے ساتھ دیکھے تھے اور سفرِ کشمیر کے دوران میں ان کے ساتھ کشمیری "وازہ وان" کھانے کی بھی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک روز ہم دونوں تیل بل ہوتے ہوئے چشمہ شاہی پہنچے۔ یہاں ان کے ایک دوست جو سروے آف انڈیا میں ملازم تھے، ایک

خیمے میں فروکش تھے۔ ان کے خیمے کے اردگرد خوبانی اور ناشپاتی کے درخت تھے، ان پر لگے ہوئے پھل دعوت طعام دے رہے تھے۔ مولانا نے مجھ سے کہا کہ ابھی ملازم کو بلا کر پھل اتروا دیتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ بھلا اس طرح پھل کھانے میں کیا لذت ملے گی؟ آپ مجھے اجازت دیں، بلکہ برا نہ منائیں تو میں درخت پر چڑھ کر خوبانیاں کھاؤں گا۔ مولانا لکھنؤ کے لہجے میں ارے ارے کہتے رہ گئے اور جھٹ سے درخت پر چڑھ گیا۔ جو مزہ اس طرح خوبانیاں کھانے میں آیا، اس کا تصور میدانی علاقہ میں بازار سے خوبانیاں کھانے والے لوگ نہیں کر سکتے۔ اب یہ بات خواب و خیال ہو کر رہ گئی ہیں۔

مولانا ابوالعرفان صاحب کے گھر سے بمشکل ساٹھ ستر گز کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قدیم قبرستان میں ملا محمود فاروقی جونپوری (المتوفی ۱۶۵۲ء) صاحب "شمس بازغہ" کی قبر ہے۔ ان کا شمار برصغیر کے نامور معقولی علماء میں ہوتا ہے۔ شمس بازغہ علم حکمت پر مشہور کتاب ہے جو دینی مدارس کے انتہائی مدارج میں پڑھائی جاتی ہے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف رحمٰن علی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگر بوجودش سرزمین جونپور بر زمین شیراز تفوق جوید رواست" موصوف قادری سلسلے کے مشہور بزرگ عبدالرشید کے ہمعصر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شریف جرجانی (المتوفی ۱۴۱۳ء) اور علامہ سعدالدین تفتازانی (المتوفی ۱۳۸۹ء) کے بعد کبھی کسی شہر میں اس پایہ کے دو عالم ایک ہی وقت میں نہیں گزرے جو ہمعصرانہ چشمک رکھنے کی بجائے ایک دوسرے کا دلی احترام کرتے ہوں۔

ملا محمود جونپوری کے مزار سے اندازاً تین چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی نظر آ رہی تھی، مولانا ابوالعرفان نے بتایا کہ یہ بستی محلہ سپاہ کہلاتی ہے، عہد سلاطین میں یہاں فوجی چھاؤنی تھی اور ملا محمود وہیں رہتے تھے۔ اس بستی سے ذرا ہٹ کر کھیتوں میں گومتی کی جانب ایک مسجد نظر آ رہی تھی۔ یہ بھی اسی دور کی یادگار ہے اور جھجھری مسجد کے نام سے موسوم ہے۔

ملا محمود کے مزار سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر ایک خوب صورت گنبد کے نیچے عہد سلاطین کا نامور جرنیل جمال خان لودھی محوِ خواب ابدی ہے۔ مقبرے کا گنبد بارہ ستونوں پر قائم ہے اور اس کی وضع قطع سندھ یونی ورسٹی کیمپس جام شورو میں واقع علامہ آئی آئی قاضی کے مقبرے کے گنبد

[illegible] اور [illegible] پر [illegible] تحقیق و تجسس کا ایک خاص موضوع [illegible] سکتا ہے۔

[illegible] لودھی [illegible] کے [illegible] کے نا سے پر محلہ بلوچ ٹولہ میں اعظم گڑھ روڈ پر فیروز شاہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کی عمارت [illegible] تعمیر کا [illegible] [illegible] مقبرے [illegible] مدرسہ [illegible] ایک دینی مدرسہ [illegible] ہے جہاں چند بچے [illegible] رہے تھے۔

یہاں سے ہم رکشہ میں سوار ہوئے اور اسے اٹالہ مسجد چلنے کو کہا۔ اس مسجد کا شمار جونپور کی تاریخی مساجد میں ہوتا ہے [illegible] کی [illegible] مسجد [illegible] اس مسجد کا سنگ بنیاد ۷۷۸ھ میں سلطان فیروز تغلق کے عہد میں رکھا گیا لیکن اس کی تکمیل ۸۱۰ھ میں سلطان ابراہیم شرقی کے [illegible] مسجد کے [illegible] ایک [illegible] مدرسہ ہے جس میں ہر مذہب و ملت کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ [illegible] واقع ہونے کی وجہ سے مسجد بارونق ہے اور [illegible] لاہور کی مسجد وزیر خان سے [illegible] ہے [illegible] دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہیں جہاں عہد عتیق میں طالب علم رہتے تھے۔ مسجد کی عمارت [illegible] زرد پتھر [illegible] ہے اور اس میں ہندوؤں کے فن تعمیر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مسجد کی درمیانی محراب [illegible] بلند ہے کہ مسجد کا درمیانی گنبد اس کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ اندر کی [illegible] کندہ ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے [illegible] مسجدیں تعمیر ہوئیں [illegible] بنیاد [illegible] اور فن تعمیر [illegible] کہا جاتا ہے۔

اٹالہ مسجد کی جنوبی سمت راج ڈگری کالج کی [illegible] ہے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے اس وقت کالج میں امتحان ہو رہا تھا اور وہاں مسلح پولیس موجود تھی۔ کالج کا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ ہمارے اصرار پر پولیس والوں نے پرنسپل صاحب کو اطلاع دی اور انھیں اپنے دفتر سے بلالائے۔ پرنسپل صاحب نے ہمیں دروازے میں کھڑا دیکھ دروازہ کھلوایا اور ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے۔ مولانا [illegible] سے تعارف کرایا اور اُن کے بارے میں بتایا کہ ان کا نام کالکا پرشاد چوہدری ہے اور وہ تاریخ کے استاد ہیں [illegible] [illegible] تاریخ [illegible] [illegible]

میرا [illegible] ذوق [illegible] پرنسپل صاحب نے جامعہ عثمانیہ [illegible] اس کے بعد پرنسپل صاحب [illegible] شہاب الدین دولت آبادی (المتوفی [illegible]) کا مزار دکھانے لے گئے [illegible] کالج کے [illegible] خستہ حالت میں ہے۔ میں نے پرنسپل صاحب سے کہا کہ وہ [illegible] ان کے مزار کی مرمت کروادیں اور [illegible] لگوادیں انھوں نے کہا کہ ہم بھی یہ چاہتے ہیں وہ [illegible] کردیں گے کیونکہ وہ ملک العلماء کے مقام سے واقف ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ قاضی ابراہیم شاہی اور فارسی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر "بحر مواج" کے مصنف ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ بحر مواج کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ کا [illegible] مدت ہوئی شائع ہوا تھا لیکن پوری تفسیر آج تک شائع نہیں ہوئی اور اس کا مکمل مخطوطہ بھی کسی لائبریری میں موجود نہیں [illegible] الحمد سے [illegible] تک تفسیر [illegible] لائبریری [illegible] اور [illegible] میرے پاس موجود ہے [illegible] باقی حصہ کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی لائبریری میں موجود ہے اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں سورہ ص سے [illegible] تک کا حصہ موجود ہے۔ اس تفسیر کی [illegible] تین ہزار صفحات کے لگ بھگ ہے۔

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی اپنے عہد کے [illegible] عالم تھے اور سلطان ابراہیم شرقی ان کا بڑا قدر داں تھا۔ فرشتہ کی روایت ہے کہ سلطان انھیں تقریبات کے موقع پر چاندی کی کرسی پر بٹھایا کرتا تھا۔ ایک بار موصوف بیمار ہوئے تو سلطان ابراہیم شرقی ان کی عیادت کو آیا۔ اس نے پانی کا [illegible] ملک العلماء پر سے [illegible] اور یہ دعا کی کہ [illegible] پوری ہوچکی ہے تو خدا اس کی عمر مجھے لگادے۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:

"سلطان ابراہیم در تعظیم و توقیر او بسیار میکوشید و در روزہای متبرکہ در مجلس او را بر کرسی نقرہ می نشاند۔ گویند وقتی مولانا را مرضی طاری شد سلطان ابراہیم بعیادت او رفتہ بعد از تفتیش احوال و اظہار لوازم غمخواری [illegible] یاد کرد [illegible] مولانا [illegible] و خود نوشید [illegible] گفت بار خدایا [illegible] بلا [illegible] در راہ او باشد نصیب [illegible] و او را شفا بخش"

اس سے [illegible] روایات وا [illegible] اس کے [illegible] علمی پایہ کا ذرا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جب ہم ان کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو پرنسپل صاحب دوبارہ ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے اور [illegible] خانقاہ [illegible] دونوں سے [illegible] رہے۔ ان کے دفتر سے اٹھ کر ہم [illegible] مسجد دیکھنے گئے۔ یہ مسجد سلطان حسین شرقی کی تعمیر کردہ ہے۔ اس کی کرسی زمین سے اتنی بلند ہے کہ [illegible] سیڑھیاں چڑھ کر مسجد کے صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کی وسعت بھی اٹالہ مسجد سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں مرکز علوم اسلامیہ مدرسہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم ہے، جس میں ۱۰۳ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسے کی وجہ سے مسجد خوب آباد ہے۔ اس کا فن تعمیر اٹالہ مسجد سے ملتا جلتا ہے۔ مسجد کی درمیانی محراب کافی بلند ہے اور [illegible] گنبد اس کے پیچھے چھپ گیا ہے۔ بڑے گنبد کے دائیں اور بائیں سمت [illegible] تعمیر ایک ہی [illegible] کی طرح ڈھلواں چھت بنائی گئی ہے [illegible] بالکل انوکھی چیز ہے۔ یہ مسجد مقامی روایت کے مطابق سلطان حسین شرقی نے حضرت عیسیٰ تاج [illegible] کی ایک بزرگ کے لیے بنائی تھی [illegible] کا مزار مسجد کے عقب میں [illegible]۔

مسجد کی پچھلی دیوار کو سہارا دینے کے لیے مینار نما پشتے بنے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی پشتے سلطان ناصر الدین محمود المتوفی ۷۶۶ھ کی تعمیر کردہ جامع مسجد میرٹھ کی پچھلی دیواروں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

صحن مسجد کا شمالی دروازہ ایک چھوٹے سے احاطے میں کھلتا ہے۔ اس احاطے میں شیخ [illegible] اور شرقی خاندان کے حکمرانوں کی قبریں ہیں۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی سلطان حسین [illegible] کی قبر ہے، وہ فنون لطیفہ کا سرپرست تھا اور اسے فن موسیقی میں [illegible] کا درجہ حاصل [illegible] کی ایجاد کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ اس کے علاوہ جونپوری بسنت، جون پوری آساوری، حسینی کانڑا اور حسینی ٹوڈی بھی اسی کی طرف منسوب ہیں۔ برصغیر کے مؤرخوں نے اپنی تصانیف میں سلطان حسین شرقی کا ذکر "جونپور کا [illegible] بادشاہ" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

سلطان حسین شرقی کے مزار کے سرہانے اس کا دادا سلطان ابراہیم شرقی المتوفی [illegible] مدفون ہے۔ تمام قبروں میں اسی کی قبر سب سے بڑی ہے۔ [illegible] بڑا درک حاصل تھا۔

اس نے اس فنِ لطیف پر "شرومنی سنگیت" کے عنوان سے ایک کتاب اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ اس قبرستان میں شاہی افراد کے متعدد افراد دفن ہیں۔ لیکن ان کی قبروں پر کتبے نصب نہیں ہیں۔

اسی قبرستان میں شاہ ہاشم (المتوفی ٩٧٦ھ) نام کے ایک بزرگ بھی دفن ہیں۔ ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر واقع اکثر و بیشتر قبروں کی طرح ان کی قبر کے سرہانے اور پائنتی دو الواح نصب ہیں۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

شاہ ہاشم شہ فرخندہ خصال

[illegible] و علم و ادب

رفت ازیں عالمِ پُر محنت و غم

سوئے فردوس بصد عیش و طرب

سالِ تاریخ وفاتش گفتم!

آہ ازاں شاہ تازہ گُلِ نقیب

٩٧٦ھ

شاہانِ شرقی کا عہد جونپور کا عہدِ شباب تھا۔ انھوں نے اسے اپنی سلطنت کا پایۂ تخت قرار دیا اور یہاں بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان کی قدردانی اور دریا دلی کی وجہ سے برصغیر کے نامور اہلِ علم و کمال جونپور میں جمع ہو گئے تھے۔ تیمور کے ہاتھوں دہلی کی تباہی کے بعد دہلی کے متعدد علماء و فضلاء جن میں ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں بھی شامل تھیں، جونپور چلے گئے جہاں سلطان ابراہیم شرقی نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان اہلِ فضل و کمال کی وجہ سے جونپور کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور لوگ اسے شیرازِ ہند کہنے لگے۔

بڑی مسجد سے نکل کر ہم شہر سے پہنچے، جہاں خانقاہ رشیدیہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ خانقاہ قطب الاولیاء عبدالرشید قادری کی یادگار ہے۔ ان کے ملفوظات قاضی محمد مودود نے جمع کیے تھے، جس کا ذکر "گنج ارشدی" میں موجود ہے۔ ان دنوں خانقاہ ویران پڑی ہے۔ سجادہ نشین جو تھے وہ ترکِ سکونت کر کے یورپ چلے گئے ہیں۔ البتہ ان کی کتابیں یہیں ایک کمرے میں مقفل

پڑی ہیں۔ شاید انھیں بیکار شئے سمجھ کر یہیں چھوڑ گئے ہیں۔ ایک اسکول ماسٹر ان کتابوں کے نگراں ہیں۔ مجھے گنج ارشدی دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ ... وسیلۂ شرف وذریعہ دولت کے حواشی میں ڈاکٹر ... ابدالی، استاد شعبۂ اردو، مگدھ یونیورسٹی، گیا (بہار) نے اس کتاب کا جابجا ذکر کیا ہے۔ اس کا مکمل مخطوطہ چار جلدوں میں اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ماسٹر صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں اس مخطوطے کی زیارت نہ کر سکا۔ حسنِ اتفاق سے گنج ارشدی کی ایک جلد مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ اس کتاب کے مصنف محمد ارشد ہیں ... اس میں مشائخ بہار کے حالات اور ملفوظات جمع کیے ہیں۔ اس کا زمانۂ تالیف ۱۰۸۲ھ تا ۱۱۱۱ھ ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی تصنیف میں بزرگوں کے مکتوبات شامل کر کے انھیں نیست ونابود ہونے سے بچا لیا ہے۔ میں نے اس مخطوطے کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ یہ بیش قیمت قسم کی چیز ہے۔

خانقاہ رشیدیہ سے نکل کر ہم لال دروازے کی مسجد دیکھنے گئے۔ یہ مسجد قدیم شہر سے کافی فاصلے پر ہے۔ راستے میں ایک قبرستان پڑتا ہے جو حوض خاص کا قبرستان کہلاتا ہے۔ اس قبرستان میں ان ... کی قبریں موجود ہیں جو شہاب الدین غوری کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوئے اور یہاں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

لال دروازے کی مسجد پہلے بالکل ویران پڑی تھی اور جرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ اب چند نیک دل مسلمانوں نے یہاں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی یاد میں جامعہ مدنیہ کے نام سے ایک مدرسہ کھول دیا ہے، جس میں سوا سو کے لگ بھگ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کے اساتذہ مولانا ابو العرفان کے جاننے والے تھے اس لیے وہ بڑے تپاک سے ملے ... مدرسے کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

اس مسجد کا فن تعمیر بھی اٹالہ مسجد سے ملتا جلتا ہے۔ مسجد کے دالان کے دونوں طرف حجرے بنے ہوئے ہیں، جن میں اب طلبہ رہائش پذیر ہیں۔ مسجد کی محراب پر خط ثلث میں اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اور آیت الکرسی کندہ ہے۔ لال دروازے کی مسجد دیکھ کر ہم شہر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں مولانا ... حلوائی کی دکان پر رکشہ رکوایا اور میرے منع کرنے کے باوجود کچھ بعد ازاں ... ان کا کہنا تھا کہ اس کا

امرتیوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک ماہ بعد بھی اسی طرح تازہ نظر آئیں گی۔ راس منڈی میں ایک خاندانی تیلی کے کولہو پر انھوں نے دوبارہ رکشا رکوایا۔ جونپور کا چنبیلی کا تیل اور عطر سنگار پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہاں بھی مولانا نے میری ایک نہ سنی اور چنبیلی کے تیل کی ایک بوتل اور عطر سنگار کی ایک شیشی میرے لیے خریدی۔ انھوں نے یہ تحائف مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ جھگڑو سوئی کے یہاں کی امرتیاں، چنبیلی کا تیل اور عطر سنگار "اقل" تحفہ ہے جو جون پوری اپنے مہمانوں کو پیش کرتے ہیں۔ اس عطر کی یہ خصوصیت ہے کہ رنگ میں یہ معمولی سا نظر آتا ہے لیکن کپڑے پر لگانے کے بعد اس کی خوشبو ہوا میں انتشار پیدا کرتی ہے۔

ہمیں جون پور کی تاریخی عمارتیں دیکھتے ہوئے چار گھنٹے گزر چکے تھے اور جو کچھ میں دیکھنے کا متمنی تھا وہ میں دیکھ چکا تھا۔ اس لیے میں نے مولانا سے کہا کہ اب میں انھیں ان کے گھر تک پہنچا کر اسی رکشا میں ہوٹل چلا جاتا ہوں اور وہاں سے سامان اٹھا کر الہ آباد جانے والی بس میں سوار ہو جاؤں گا۔ مولانا بضد تھے کہ وہ ہوٹل تک چھوڑنے جائیں گے اور جب تک میں بس میں سوار نہیں ہو جاتا وہ گھر واپس نہیں جائیں گے تاکہ میری واپسی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ میں رکشا والے سے پنجابی گوردوارے کی طرف چلنے کو کہتا اور مولانا اُسے [illegible] ہوٹل کی طرف چلنے کا حکم دیتے۔ میں نے بصد مشکل انھیں گھر جانے پر آمادہ کیا اور انھیں گھر کے قریب اتار کر خود ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور ایک بس میں سوار ہو کر تقریباً چار بجے الہ آباد پہنچ گیا۔

— [illegible] الرحمٰن [illegible]

شخصیّاتِ سندھ

جناب محمّد خان صاحب غنی مرحوم

اخبار [illegible] میں اچانک یہ خبر پڑھ کر بہت دُکھ ہوا کہ سندھی زبان کے مشہور شاعر جناب محمد خان صاحب غنی کا یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے تھوڑی دیر فکر کی تو یہ [illegible] سالِ وفات برآمد ہوا۔

بے آواز، زیبا، سالِ وفات، غنی، مرحوم

۱۹ء		۹ء

[illegible] اخبار میں لکھا ہے، انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی، وہ میرے دواخانے کے قریب [illegible] روڈ کے ایک مکان میں رہتے تھے۔ عرصہ ہوا، جب وہ بہت دن تک میرے زیرِ علاج رہے تھے، دورانِ علاج ان سے بار بار گفتگو کا موقع ملا۔ انھوں نے اپنے حالات پر بھی اکثر روشنی ڈالی اور اشعار بھی سنائے، وہ سندھی زبان کے اچھے شاعر تھے۔ منفرد انداز کی کافیاں لکھنے میں بہت مشہور بیان کیے جاتے ہیں۔ میں نے ان کا کلام سُنا ہے۔ مرحوم نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ پہلے سندھی شاعر ہیں جنھوں نے مسدّسِ حالی کا سندھی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ بلاشبہ سندھی زبان میں ان کا یہ بڑا کارنامہ ہے اور اس باب میں بجا طور پر ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

ان سے فقط ماہ بہ ماہ ملاقات ہو پایا کرتی تھی۔ وہ اپنے ذاتی کاموں اور علمی مشاغل میں زیادہ مصروف رہا کرتے تھے۔ زمانہ علاج کے بعد وہ دواخانے میں آتے تھے، میں نے ایک دفعہ پوچھا تو انھوں نے کہا مصروفیت کے باعث وقت نہیں مل رہا ہے

مرحوم کو بھی اس کا احساس تھا اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ ان کو اپنی زندگی میں وہ مقام حاصل نہیں ہوسکا، جس کے وہ مستحق تھے اور ان کی قدر دانی میں اہل وطن سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے جو بہتر تھا کہ نہ ہونی چاہیے تھی۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا، وہ گزر گیا اور غنی صاحب بھی دارِ فانی کو چھوڑ گئے۔ اہل وطن سے ان کی زندگی میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کی تلافی کی اب بہتر صورت یہی ہے کہ ان کے کلام کو طبع کرایا جائے اور ان کی سیرت پر سندھ کے اہل قلم حضرات کچھ لکھیں، بلکہ میرے خیال میں ان کی ایک مفصل سیرت لکھ کر طبع کرائی جائے۔

انھوں نے علم و ادب کی جو خدمت کی ہے اس پر خراج تحسین پیش کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ ان کے نام اور کام کو روشن کیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ سندھ کے ادیب اور شاعر حضرات اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

جناب سید ہاشم رضا صاحب کے بڑے بھائی جناب سید آل رضا صاحب ایڈوکیٹ کا یکم مارچ ۱۹۷۸ء کو انتقال ہوگیا۔ مرحوم ممتاز شاعر اور مرثیہ گو تھے۔

اندوہناک سال وفات جناب سید آل رضا صاحب

۷۸ ۱۹ء

مسلم لیگ کونسل کے ممتاز رہنما جناب غلام محمد صاحب وسان (امیرپور خاص ضلع تھرپارکر) کا ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب کو انتقال ہوگیا۔

سالِ وفات، دل نوازِ احباب، جناب غلام محمد وسان

۷۰ ۱۹ء